انتخاب

کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ مِّنَ الْمَاءِ

حضرت آسمانی پانی میں بھی پروردگار عالم نے وہ اعجاز رکھا ہے۔ کہ داغ جی داد۔ سے

در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

کے علاوہ جواہر و حشرات الارض کی تولید و نشو و نما اسی کے قطروں سے ہوتی ہے۔ یہ انسانی و حیوانی پانی تو ہے ہی نہیں۔ کہ انسانی پانی سے صرف انسان اور حیوانی پانی سے صرف حیوان ہی پیدا ہوتا ہے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ آسمانی پانی سے آنکھوں میں ٹھنڈک۔ اور پیٹ میں موتی لعل بدخشاں وغیرہ تک تو پیدا ہو کر نشو و نما کرنے لگتے ہیں اور انسان و حیوان کی زندگی بھی پانی ہی پر منحصر ہے۔ کوئی ٹھنڈ لگا ہو جائے پھر تیتر کی طرح پانی پینے کی قسم کھائے۔ یا کسی ملک والے انسان و حیوان چھ مہینے یا برس روز یا عمر بھر پانی نہ پئیں تو یہ دوسری بات ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا باوا آدم ہی نرالا سمجھے گا۔ حضرت ایسے جانوروں کا کہنا کیا چوپائی کو کسی رت میں بھی کبھی نہ دیکھیں۔ نہ بچائیں۔ خط استوا کے زیر سایہ کچھ دنوں اگر قیام ہو تو کسی مفلس کو آنا کیلا ہوتے نہ دکھائی دے گا۔ یہاں تو ہندوستان جنت نشان کے رہنے والے ہیں۔ ہر سال چھ مہینے کو سبزہ زار میں عمر بسر کرنی پڑتی ہے۔ اور سارے گرم و سرد زمانہ کے تھپیڑے پڑتے ہیں۔ ابھی کے دیکھئے کہ برسات آتے ہی بے شمار کے بے ہوش جانے مر رہے۔ جدھر دیکھئے۔ پانی ہی پانی۔ اور پانی بھی دو شکل جھاڑ کہ دالان۔ کوٹھڑیاں تک صحن چمن بن گئیں ساس پر بھی بیٹھے چیلی بھر پانی ڈھونڈتے پھرتے۔ مگر اس برسات کے پانی میں جہاں اور مذکورہ بالا وصف تھے وہاں یہ بھی دیکھنے میں آیا۔ کہ ہندو مسلمانوں کے تہواروں نے بھی حشرات الارض کی طرح خروج کرنا شروع کر دیا۔ کنھیا جی کے جنم لیتے ہی بتی ڈال کھانے والوں نے۔ گو قحط پڑا ہوا تھا۔ خوب اوچھ کی بی ذکر بیسن اور کڑھی کی روندہ راندہ کی بوچھاڑ دی۔ وہ تو اندر جی مہاراج کے قربان جائیے۔ کہ انہوں نے وقت تاک کے کر پار کر دی۔ بارش کا موسلا دھار پانی زور برسایا کہ ان معصوم صفت چوپاؤں کے پوتڑوں کی چھلکی یا ٹھیکری تو در کنار رہی کر چھاڑ دھانی تک بہا دیا اور اتنا بھی نہ لگا پٹا نہ چھوڑا۔ کہ کوئی پوتڑوں کا خانہ زادی کنگلا ہاتھ مارے تو منہ بھر لیتا۔ ورنہ سڑا اور گلا سڑتا اور وبائی امراض کا نشو و نما ہوتا رہتا۔ یہی سبب ہے کہ دریا کا پانی چڑھاؤ پر بھی گدلا ہی نظر آتا ہے۔ جیسے بیسن کا دھوون دھاون۔ خیر جی آبی جانوروں کے لئے غذا تو ہو گئی اور کیا چاہئے۔ ورنہ جھینور اور کچھ نہیں۔ تو مچھلیاں ہی پکڑ کے پیٹ بھرتے آجکل وہ بیچارے مچھلی مچھلی کتنا پانی کہہ کے پیٹ پکڑ بیٹھ رہتے ہیں۔ اس اتنی صفائی پر بھی بخاروں نے شہر والے نازک اندامون کا دم ناک میں دم کر رکھا ہے۔ کہ خدا کی پناہ۔ اگر اس روز کے موسلا دھار پانی سے صفائی نہ ہوتی تو تمام شہر جنرل ہاسپٹل بن جاتا۔ اور ہر ایک امن شہر ہی سے چل جانے لگتا۔ کیونکہ نہ کوئی پانی دیوا میسر آتا اور نہ خبر گیران۔ نفسی نفسی میں سب گرفتار رہتے اور جی ہی جی میں کہتے سے

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

خیر جو تو جینے اور کھانے پینے کا تہوار تھا۔ اب مرے جیتوں کے تہوار سنئے کہ وہ بھی آ لگے۔ ہندوؤں میں شرادھ اور مسلمانوں میں شب برات۔ شرادھ کے دن آتے ہی ہندوؤں کے مردے بیکنٹھ باشی پتر لوک سے آکر پیٹو برہمنوں۔ کوؤں اور کتوں کی معرفت کچھ کی سی کھیر پوریاں اور حلوا اڑائیں گے۔ اور برہمن جی انت گھسائی دچھنا الگ لیں گے۔ ابھی سے متھرا کے چوبوں نے اپنے پیٹ کے پی چوبی خیمہ (توند) پر ہاتھ پھیر پھیر کے شہروں میں ہر دوڑی اور قصبوں میں پھیری لگانی شروع کر دی ہے۔

مسلمانوں کی شب براتی لائن دوڑی بھی ۲۰۔ رجب المرجب کے بعد ہی سے بازاری تختوں پر نظر آنے لگی اور بچے شوں شان شٹ کرنے لگے۔ مرے بھی برسوں کا بھوک پیاس کا تڑپا بلبلاتے ہوئے قبروں سے اٹھ بھاگنے کو بدن توڑ کر دم بدل رہے ہیں کہ کب یہ تاریخ ہوا اور ہم بھوت بنکر ہی نذر بھینٹ لینے کے لئے کنبہ والوں کو اپنی پرچھائیں سے ڈرائیں اور وہ ڈر کے مارے حلوے چپاتیوں کا طباق ملانوں کے آگے سرکائیں اور ملا نے نرکوں کے خوان یغما کی طرح زہر مار کریں۔ یا کھائیں۔ (باقی دارد)

یاران ہم قالب

واہ کیا جھولے کی پینگ بڑھی

ہست تری برسات کی دم کٹروں۔ تو نے ساری تمناؤں کو دریا برد کردیا۔ نہ جھڑی سنی نہ جھولے کی پینگ بڑھی نہ جھکنے سے سبزپوشوں کا جلوہ نظر آیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ سارے سبز پریوں نے مونگ سے رکھا ہے۔ مرد خدا یہ کیا کفر بھانک رہے ہو۔ برسا برس کے دن ایسا منحوس کلمہ منہ سے نکالتے ہو۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی برسات دھوم سے منائی گئی۔ حسینوں نے دھانی جوڑے بدل کر جھولے جھولے۔ دانہ مرتول نہ ہوئی خوب ڈانٹ کر جھولے اڑے۔ غرض سب باتیں رہیں اب تمہیں کس بات کی کمی پڑگئی۔ کہ لگے ہاتھ اٹھا کر حسینوں کو کوسنے۔ اجی میاں۔ تم نے خواب دیکھا ہوگا۔ ورنہ اب کے سال تو یہ لطف ایسا غائب تھا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ فی الحقیقت کی صورت یوں ہے۔ کہ بھئی اینجانب کی آنکھیں تو ترس گئیں۔ قدیر سنائے سنانے برسات کے دن آئے تو جیسے تھے۔ کہ ذرا سیر ہوگی۔ بخیر خدا خدا کرکے وہی دن آئے کہ حسب معمول جھولے پڑے۔ پینگیں ادھر ادھر بڑھ کر آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ "آئے آئے رے بدروا" کی تانیں بلند ہونے لگیں۔ آپ تو جانتے ہیں کہ اینجانب ایسے ایسے موقعوں پر کب چوکتے ہیں۔ تاک میں تھے ہی دن سے جا پہونچے۔ یا۔ لوگوں کو دیکھا۔ کہ بڑی آن بان کے ساتھ کجری کے تان اڑا رہے ہیں۔ ہر ہر پینگ پر پھول پھول کے گل لالہ ہوئے جاتے ہیں۔ ادھر ادھر ذرا کنٹرول۔ بیچ کلیانون کا مجمع ہے۔ مگر غضب ہوگیا۔ کہ اپنی مذاق والی چیز سرے سے ندارد نظر آئی۔ اب کیا تھا۔ اب تو جھولے جیسے۔ موسے مردوں کا جنازہ نظر آنے لگا۔ کیونکہ ہماری ترکمات ہی کچھ اور تھی۔ ہم تو حشر میں بھی نہ چوکیں۔ سے

محشر میں خلق اپنی مصیبت میں مبتلا — یاں یہ تلاش آئے کوئی خوبرو پسند

گر یار جو بندہ یابندہ آخر نظروں سے ڈھونڈ نکالا۔ اور تھوڑی دیر نگزری تھی۔ کہ اپنی آنکھوں میں اک سبز پری نے گھر کرلیا۔ اب کیا جھولا۔ کس کے رنگ۔ اب تو ٹکٹکی لگانے کا ایک موقع مل گیا۔ ادہر ادہر سے پھر پھرا کے دوچار تو کی دم فاختہ کو ساتھ لیا۔ اور جھولے پر آ ڈٹے کہ دو چار تان اڑائے اور وہ بھی اپنے حسب حال۔ رفتہ رفتہ اینجانب نے بھی بازی ماری۔ اور جادو جگاتے جگاتے اس کی آنکھوں پر قبضہ پا گئے۔ اب تو عرش منزلے کے پائمان پر دماغ پہونچ گیا۔ اور زمین آسمان کے بیچوں بیچ میں جھولے پر بیٹھ کر سمجھنے لگے کہ ادہو بڑا مزا ہے اس سے آنکھ ملا کر یہ کجری اڑانے لگے۔

تم نے چھین لیا دل میرا مجھ سے آنکھ ملا کرنا

خیر جناب عالی۔ پھر تو ہم بے تیل کی پھلوڑی ہوکر جھٹ پٹ منصوبہ گانٹھ بیٹھے۔ کہ ساری برسات اب کے مزے سے کٹیگی۔ اور ساون بھادون کی کالی کالی رتیاں یار سبزپوش سے ہنس ہنس کر گزرینگی اور دراصل حقیقت کے بیچوں بیچ کی بات یوں ہے کہ ہلکی ہلکی پھواریں پڑ رہی ہیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ اور ہم ہیں کہ جھولے پر ڈٹے ہیں۔ پھر مزیداری کا کیا پوچھنا۔ گویا بیچ لب بام تک پہونچنے میں تھوڑی سی کسر باقی تھی۔ کہ ہمارے جھولے والی کند کی رسی جھٹ سے دو ٹوک ہوگئی۔ ہائے کمبخت آسمان کی آنکھیں پھوٹیں۔ یہ بڑھیا خرانٹ اپنی دقیانوسی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ آخر ہمارا دماغ اپنے سر پہ نہ دیکھ سکا اور ایسا بدنامی کے گڑھے میں اچھو نکا۔ کہ ہائے ہائے ہمیں جانتے ہیں۔ لیکن بھئی فلک پیر کا بھی قصور نہیں۔ شرم آتی ہے کہ کہوں کہ میں نے خود اپنے لئے ذلت کا ٹھیکا لگایا۔ بات یوں ہوئی کہ جب خوب چہک چہک کے بلبل بنے۔ تو ایک دن نہ دھ مقدر کے کان میں پھونک دیا۔ کہ مجھ پہ تو ایک سبز پری کا سایہ پڑ گیا ہے۔ نہ رہے ہے۔ ستم ہوا کہ اینجانب کے سر پر تو پری کا عشق سوار ہی تھا۔ مگر اب بڑی بی کے سر پر غصہ اور رشک کا بھوت سوار ہوا۔ پھر کیا پوچھنا دو دو جوتیاں سر پر لگائیں۔ کہ بھئی اب تک خیال رہتا ہے۔ کہ کہیں سر نہ گنجا ہوجائے۔ غرض جھولا بھی گیا۔ سبز پری بھی ہوا ہوگئی۔ رسوائی بھی ہوئی۔ جوتیاں بھی کھائیں اور ہاتھ کچھ نہ لگا۔ بیوی کے ڈر کے مارے دل میں پنہاں فلا بازی کھاتی ہیں۔ یار کچھ نہ پوچھو۔ مار دیا۔ دل پڑتی ہے اب ملا کے بھی تو ہم نہ جائیں۔ اکنوں دل را تقاضا کردم سبز پری چہ گفتی است کہ بیش من بیاید۔ یار میرے اب بھادوں دن کا مہینہ

چڑھ گیا۔ چڑیلوں کی زلفوں کی طرح کالی کالی راتیں بھیانک معلوم ہوتی تھیں۔ برساتی کیڑوں کی جھن جھن سے جھولے والا دن یاد آ جاتا ہے اور چپکے چپکے کجری کا یہ مصرعہ پڑھ لیا کرتے ہیں جس کو کبھی پڑھا کرتے تھے۔

حسن خوب ہی ہم بچائے اس سے دل کو نگارنا

لو بھیا اب سمجھ گئے کہ ہم کو برسات کا لطف نہیں ملا۔ اینجانب ہیں خیر بلا آج سے جھولے کے گرد نہ جائیں گے۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ رخصت چلتے چلتے ایک غزل بھی سن لیجئے۔

غزل

ہائے اسطرح سے جب لگو جلائے جھولا — پھر بتاؤ کوئی کسطرح منائے جھولا

آگ لگ جائے اسے ہائے غضب تو دیکھو — جوتیاں بی بی کی اسطرح کھلائے جھولا

اب تو جھولینگے نہ جھولینگے کبھی — ہم لٹک جائینگے پھانسی پہ بجائے جھولا

بات میں بھی کبھی اس حرف سے جو نہیں ہم — کہیں سینے میں نہ ہم کو نظر آئے جھولا

اتنا منظور نہیں ہم کو ہوا پر اڑنا — اپنی آنکھوں کو نہ قدرت دکھلائے جھولا

ایسی ذلت جو کھائی دل ناداں تو نے — تیری خاطر ہی کافی ہے سزا کے جھولا

تم نے مضمون لکھے واہی تباہی آسی
اب بتاؤ کوئی کسطرح یہ لگنے جھولا

المسافر گرو گھنٹال۔ از بمبئی۔ ضلع اعظم گڈھ

نکہت گل پھر کہاں۔ باد بہاری پھر کہاں

باندھ لے اے باغباں اپنی ہو دو چادن

بی حضرت تسلیم۔ مزاج تو اچھے ہیں۔ بہت دنوں بعد علیک سلیک کی ٹھہری ہے لیجئے تو خود بدولت کہاں رہے۔ اب تو یاروں کو بھی درشن نہیں دیتے۔ کیا کچھ خفگی ہے۔ یا کوئی خاص کام ہے جس سے فرصت نہیں ملتی۔ وہ یار باشی۔ اور ہنسی مذاق۔ وہ کھیل کود کیا ہوا۔ یہ ترش روئی سرکہ جبینی کہاں سے آئی۔ آئیوالہ (سرکھے منہ سے) جی خفگی تو کچھ نہیں۔ ایک خاص ذاتی معاملہ کی ادھیڑ بن میں غلطاں و پیچاں رہتا ہوں۔ اور اسی کا ہر وقت سوچ بچار رہتا ہے۔ ایں۔ آپ تو آزادی کے استاد۔ بیفکروں کے گرو گھنٹال تھے۔ فکر آپ کے نام سے کوسوں بھاگتی تھی۔ نہ کسی امر کا اندیشہ تھا۔ نہ کسی بات کا خیال۔ نہ کسی سے رنج تھا۔ نہ کسی سے ملال۔ تعلقات سے کوسوں دور۔ پابندیوں سے نفور۔ یا اتنا خوض و فکر۔ اسقدر غور و تفکر۔ اس کایا پلٹ کی بھی کوئی حد۔ اس تغیر کا بھی کوئی ٹھکانا۔ آخر کچھ تو فرمائیے۔ وجہ تو بتلائیے کیا سٹرلنگ کا غم ہے۔ یا پنڈت جی چندر کا ماتم۔ یا مرگ محمودی رام میں سوگ نشینی اختیار کی۔ یا بم سازی کی کوئی نئی ترکیب ایجاد کی۔ یا ایجیٹیشن کا سودا ہے۔ یا قاضی شہر شہر کا اندیشہ ہے۔ یا گورنمنٹ سے خیال بیکار ہے۔ یا شورش پسند بنگالیوں کی طرح شامت سوار ہے۔ یا طائف الملوکی کا شوق ہے۔ یا کانگریس کی ممبری کا ذوق ہے۔ یا برادران وطن کی طرح غیر آریوں سے کد ہے۔ عیسائی ہوں یا مسلمان سب سے خیال بد ہے۔ کیا فساد و غداری دل میں سمائی ہے۔ کیا از سر نو شدھی کی یاد آئی ہے۔ آئیوالہ واللہ آپ بھی پورے مضمون ہیں۔ طرفہ معجون ہیں۔ ہم سے اور ان غداران خیال سے کیا تعلق۔ ان شورش انگیز معاملات سے کیا واسطہ۔ جس نے جیسا دیا ویسا پایا۔ اپنا کیا آگے آیا۔ ہوش باختہ عقل کے دشمن۔ یہ نہ سمجھے کہ کجا ہم اور کجا سرکار۔ کجا ذرہ بیمقدار کے آفتاب عالمتاب نا سمجھوں کا بہکانا۔ زمانہ بھر میں شر و فساد مچانا۔ مفت بیٹھے بٹھائے کی آفت مفت کی دردسری۔ آرام و آسائش۔ اطمینان اور بیفکری کی زندگی چھوڑ۔ تابعداری اور وفاداری سے منہ موڑ۔ غدر پھیلانا۔ خود جلنا۔ اور ابنائے وطن کو جلانا۔ دین و دنیا کا گھر کھونا ہے۔ خسر الدنیا والآخرۃ ہونا ہے۔ چند شریر النفس فسادی۔ بد خصلت۔ شیطان طبیعت بعض لوگوں کو اپنی تباہ کن تقریروں و تحریروں سے جمع کر کے ہندوستان کو آزاد کرنے چلے۔ نہیں نہیں بلکہ اپنے اور اپنے ساتھیوں کو تباہ اور برباد کرنے چلے۔ ع

ساتھنے دیکھے اپنے یاروں کو [illegible] بھی بھلی مداروں کو

چند خبیث انجمنوں کا قیام گورنمنٹ عالیہ کا کیا بنا سکے گا۔ ہمارا کیا گیا کچھ اپنا کھویا +

لطف یہ کہ جب شر انگیز اور فسادی لوگوں کو سزائیں دی جاتی ہیں۔ تو ہڑتال مچائی جاتی ہے۔ بیوہ عورتوں کی طرح سوگ منایا جاتا ہے۔ آنسو بہائے جاتے ہیں۔ بعض نمک حرام گو منہ سے کچھ نہیں کہتے۔ مگر دل میں بڑے بڑے ارمان ہیں۔ تو پھر کیا کسی زہرہ جمال پر طبیعت مائل ہوئی۔ بت کافر نے ایمان لیا کسی

حور دش کی یاد میں تنکے چنتے ہو۔ یا کسی پیرزادی کی آمد کے دن گنتے ہو۔ آنیوالے۔ جی ہم ایسے نہیں۔ جو آپ سے گذر جائیں۔ احمق نہیں۔ دیوانہ کہلائیں ۔

نہیں الفت سے گو بشر خالی ۔۔۔ دل ہے تو ضرور اسمیں جگہ کسیکی

وہ آدمی کیا۔ جسے محبت نہ ہو۔ ہمدردی نہ ہو۔ اخوت نہ ہو۔ اخلاق نہ ہو۔ دوستی نہ ہو۔ الفت نہ ہو۔

وہ بشر کیا۔ جسے نہ الفت ہو

ہماتو اب حضور ہی راز افشا فرمائیں۔ ہمارا دلی خلجان مٹائیں۔ آنیوالے۔ چہ گویم از سر و سامان خود عمر بیست چوں کاکل

سینہ نگم پریشان روزگارم۔ خانہ بردوشم

چند روز سے یاران طریقت نے حیران کر رکھا ہے مفت پریشان کر رکھا ہے۔ ذبح کرنے پر تیار ہیں۔ در پے آزار ہیں۔ ناحق کا بغض بے وجہ دشمنی۔ بے خطا رنجش۔ بے سبب رنجش۔ بدگوئی۔ اور دغا ان کا شعار ہیں۔ خون کے پیاسے۔ آبرو کے خواہاں۔ جان کے خواستگار ہیں۔ تابعداری پر بھی ناراض۔ خدمت پر بھی خفا۔ صحبت میں کدورت۔ دل میں غبار۔ بظاہر دوست۔ بباطن اغیار۔ بغض و حسد ہے۔ خاک میں ملانے کی کد ہے۔

راقم۔ خانہ برباد۔ آزاد

شب برات

دھوم دھام سے آئے۔ حضرت بی شبراتی جان کی سواری سرشام بڑے تزک و احتشام سے جمعہ کے دن ۳۰ تاریخ کو آئیگی۔ حضرت تو جمعہ دیر کی ہے۔ جلوے روٹی والا ہاتھ ملائیے اور کچھ سنئے سنائیے نذر۔ نیاز۔ سیٹھ۔ حلوا روٹی عنث۔ لڑکوں نے دھوم مچادی ہے۔ اور چاند دیکھتے ہی مچل رہے ہیں۔ ابا جان سے پیسہ کا تقاضہ شروع کر دیا ہے۔ کیونکہ سہسرام کی آتشبازی تو مشہور ہے جب تک غول نہ داغی جائے ہو شب برات ہی نہیں ادھر بی صاحبہ نے بی میاں سے ہنس کر فرمایا۔ میاں امسال تو برابر کے گھی کا حلوا بنایا جائے۔ مگر کچھ چسکا بھی ہو۔ مگر یہ نہیں جانتیں کہ بی کال النسا بیگم برسوں سے تشریف لائی ہیں۔ میاں کی انٹی ٹھنڈی ہو رہی ہے ؎

شبراتی جناب نرگس سہسرامی صاحب

آئی شب برات ہے بفضل شاد کام ۔۔۔ چھوٹے بڑے سبھی کے ہیں آپسمیں کام
یار و بناؤ منڈھا آئی شب برات
پیسہ نہ ہووے پاس تو لیلو کسی سے دام

دیگر در نصیحت مے فرمایند

شب برات آمدہ است اے عاقل ۔۔۔ کن نوافل ادا مشو غافل
گر شبے زندہ داری اے نرگس
در عبادت گذار چوں شاغل

راقم۔ تیغ زن۔ سہسرامی

حضرت سید گل بادشاہ نے مسٹر لٹھ مار کو اونٹ کی بلاہٹ سے تشبیہ دے کر ہفتہ وار خبر لی جانے کی اطلاع دی ہے۔ خیر بسم اللہ بیت مبارک مگر ہم ہوئے یا لٹھ مار ہوئے جبتک کہ سابق کے سوالات کا جواب نہ دیا جائے گا۔ کچھ نہیں لکھیں گے۔ یا تو وہ لکھدیں کہ وہ سوالات مہمل ہیں۔ یا جواب دیں ورنہ ان کو اختیار ہے۔ گالی دیں یا برا بھلا کہیں۔ ہمارے پاس یہی جواب ہے اونٹ بنایا ہے۔ تو دمٹی بھی دیں۔

راقم۔ نامہ نگار از لشکر گوالیار

غزل جناب سید منیر الدین احمد سہسرامی۔

تو نظر آئیگا مجھکو جو تجلی ہو کر ۔۔۔ داغ دل چمکیگا میرا ید بیضا ہو کر
جلوہ افروز ہوا وہ جو تجلے ہو کر ۔۔۔ چشم عاشق میں سمایا رخ زیبا ہو کر
شان بیرنگ نے کھولا جو طلسم کثرت ۔۔۔ چشم وحدت میں سمایا وہ تماشا ہو کر
جلوہ حسن دکھا دو رخ زیبا ہو کر ۔۔۔ دلمیں رہجاؤ مرے میری تمنا ہو کر
ذرہ ذرہ سے تری شان کا جلوہ ہے عیان ۔۔۔ ہم تجھے دیکھتے ہیں دیدہ بینا ہو کر
غیرت حور ہے تو سایہ دیوار۔ ترا ۔۔۔ سر پہ عاشق کے پڑا سایہ طوبے ہو کر
زلف یار میں یہ دیدہ غم دیدہ ترا ۔۔۔ گوہر اشک گرا یا کیا دریا ہو کر
دشت وحشت میں گیا دل رہ گیسو سے منیر
قیس صحرا کو چلا کو چہ لیلے ہو کر

راقم۔ خاموش